دربارِ الٰہی اسلام کی نظر میں

از

(جناب مولوی محمد ظفیر الدین صاحب استاذ دارالعلوم معینیہ سالٹر)

زیر ترتیب کتاب "نظام مساجد" کے دو باب مختلف عنوانوں کے تحت آپ "برہان" میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، آج اسی کتاب کا ایک تیسرا باب پیش خدمت ہے۔ (برہان)

مساجد کے اجتماعی نظام کی مختصر تفصیل گذشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمائی، جس سے ان گھروں کی دینی اور دنیوی اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا، اور آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کا وجود ہمارے لئے کس قدر ضروری ہے اور قدرت نے اس سلسلہ کو قائم و دائم فرما کر ہم پر کتنا احسان کیا اب بتانا ہے کہ اسلام نے ان مقدس درباروں کو کیسے سراہا ہے اور ان کی قدر و منزلت کس پیرایہ میں بیان کی ہے، یکسر ان کو مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں دیکھئے اور کتاب الٰہی میں تلاش کیجئے سب سے پہلے اس سلسلہ میں کتاب الٰہی کی چند آیتیں درج کی جاتی ہیں جن میں صاف لفظوں میں ان کی شرافت و قبولیت کا اعلان کیا گیا ہے، اور ان کی ظاہری و باطنی وقعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،

<u>مساجد خدا کی ہیں</u> دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں اور سب کی سب اسی کی قدرت سے خلعتِ وجود سے ممتاز ہیں، دنیا کا کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے، جس کو کہا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نہیں، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ خود کہہ دے "یہ میرا ہے" اس کی قسمت کا کیا کہنا اس کی عزت و قبولیت اپنا ایک خاص مقام حاصل کر لیتی ہے جو دوسرے کے حصہ میں نہیں ہے انہی میں یہ مقدس دربار بھی ہیں جن کو ہم "مسجد" کے مختصر لفظ سے تعبیر کرتے ہیں ان کی نسبت رب العزت نے اپنی جانب فرمائی ہے اور ان کو اپنے ذکر کے لئے مخصوص فرمایا ہے، جس میں کسی اور

کی شرکت منظور نہیں۔

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (جن-۲۰) — مسجدیں اللہ ہی کی ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

بلاشبہ یہ نسبت ساری دوسری نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور اس نسبت سے جو شرافت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے وہ اور شرافتوں سے بالاتر، پھر تخصیص کی مزید عزت اس کی وقعت و اہمیت کا زبردست مظاہرہ ہے۔

مساجد کی خدمت | کسی کو جب اپنا بنا لیا جاتا ہے تو پھر یہ گوارا نہیں ہوتا ہے کہ اس کو اس کے حوالہ کر دیا جائے جو اس کا مخالف ہو، کیونکہ جب اس کو مالک سے عقیدت نہیں، دل میں اس کی خشیت و محبت نہیں اور وہ اس کے احکام پر اطاعت کا سر رکھنے والا نہیں ہے تو یقینی طور پر وہ اپنی مفوضہ خدمت کو حسن و خوبی ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لے گا، پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشرکوں اور نافرمانوں کو جب مسجد اور اس کے مالک سے قلبی لگاؤ نہیں تو اس مسجد کی خدمت رب العزت ان کے ہاتھ میں کیوں کر چھوڑے گا، ارشاد فرمایا

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ (توبہ-۳) — مشرکوں کی لیاقت نہیں ہے کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں جس حالت میں کہ وہ اپنے اوپر کفر و انکار کا اقرار کر رہے ہیں۔

یہ دربار الہٰی کے احترام کا اظہار ہے تاکہ ان گھروں کی قدر و منزلت دلوں پر نقش ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ یہ گھر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں ان کی وہی خدمت کریں جو خدا کے دوست ہوں جن کے دل میں اس کی خشیت و محبت گھر کر چکی ہو تاکہ وہ ان کے بنانے میں عقیدت و محبت کی پونجی صرف کر سکیں اور یہ سمجھ کر خدمت کے لئے کمر باندھیں کہ یہ دنیا کے پروردگار کا گھر ہے اور اس کے جاہ و جلال اور اس سے عرش و دنیا کا دربار،

حق خدمت مومن کامل کو | یہی وجہ ہے کہ رب ذو الجلال والاکرام نے جن کو حقِ تعمیر بخشا ہے، ان کے لئے ظاہری

اور معنوی دونوں طرح کی پابندی رکھی ہے یعنی ان کا دل اور باطن بھی مومن ہو اور ظاہر اور جسم بھی، قلب ایمان کی دولت سے معمور ہو تو جسم عمل کی دولت سے مالامال۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ (توبہ-۳)	اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں پس انہی سے توقع ہے کہ مقصود کو پہنچ جائیں۔

"ایمان باللہ" لاکر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو سچی عقیدت ہو، اور اپنے کو صحیح معنی میں احکام الٰہی کے تابع قرار دے لے اور "آخرت پر ایمان" سے یہ ظاہر فرمایا گیا کہ اس کو اپنے سارے کاموں کے حساب و کتاب کی ذمہ داری کا پورا احساس بھی ہو اور پھر اس میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب و عقاب کا یقین بھی، یہ دل اور نیت کی اصلاح کی شرط ہے باقی ظاہری طور پر بھی وہ ایسا ہو جس سے خدا پرستی نمایاں ہو، بدنی اعتبار سے بھی اور مالی لحاظ سے بھی، جس کو "اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کاموں میں شہرت و عزت اور ریا و سمعہ کا فریب آجاتا ہے اس لئے یہ بھی فرما دیا گیا کہ یہ سب کسی اور کے خوف سے نہ ہو بلکہ جو کچھ ہو، رب العزت کی خشیت سے ہی ہو جس کو "وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ" کے مختصر جملہ میں بیان فرمایا ہے، ماحصل یہ ہے کہ مقابلہ کے وقت چاہے وہ ذہنی ہو چاہے خارجی اللہ تعالیٰ کی خشیت غالب رہے،

کوئی جب ان ساری خصوصیتوں سے سرفراز ہو کر دربار الٰہی کی خدمت انجام دے گا تب کہیں جا کر وہ اس کام میں حق راستہ کو پائے گا اور یہ کھلی حقیقت ہے کہ ان میں سے شاید کوئی خصوصیت بھی مشرک میں نہیں پائی جاتی، بخلاف مومن کے، کہ وہ کسی نہ کسی درجہ میں ضرور ان کا حامل ہوتا ہے

بار بار غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی خدمت کے لئے ان قیود کو کیوں بیان فرمایا، کیا ان

سے مسجدوں کی عظمت و شوکت کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔

تعمیر کے معنی "یعْمُرُ" کا لفظ بہت سے معنوں کو شامل ہے۔ کرخیؒ فرماتے ہیں

انما یعمر مساجد اللہ ای بنحو البناء	انما یعمر مساجد اللہ کے معنی ہیں جیسے بنانا، فرش
والتزین بالفرش والسراج	اور روشنی سے زینت دینا، عبادت کرنا اور
وبالعبادۃ وترک حدیث الدنیا	دنیا کی باتیں مسجد میں نہ کرنا۔

(جمل ص ۲۷۱/ج ۲)

مسجد کی تعظیم و تکریم اور اس میں عبادت اوپر کی آیتوں میں مسجدوں کی بنیادی حیثیت ظاہر کی گئی ہے اب ان کے عملی پہلو پر نظر کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا مقصد رکھا ہے اور وہ ان گھروں میں کیا چاہتا ہے کیونکہ کسی چیز کی تعمیر خود مقصود بالذات نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے مصالح و حکم مطلوب ہوتے ہیں، ارشاد ربانی ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ	ان گھروں میں حکم دیا اللہ نے کہ ان کی تعظیم کی جائے
وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا	اور ان میں اس کا نام لیا جائے اور صبح و شام اس
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (نور-۵)	کی پاکی بیان کریں۔

اس آیت میں "بیوت" سے مراد مسجدیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی تعمیر کے بعد یہ فریضہ ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کریں اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی رہے اور دن رات اس کی تقدیس بیان کی جائے اور ہمہ دم اسے تسبیح و تہلیل سے آباد رکھا جائے، اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو پھر مسجد کا حق پورا پورا ادا نہ ہوا اور یہ سب اس طرح سے ہو کہ دل و دماغ پر یہ امر مستحضر رہے کہ ہم اللہ کے گھر میں ہیں، تاکہ دربار الٰہی کے آداب میں فرق نہ آنے پائے، بلکہ آداب کا خیال اس کی لذت کو دوچند کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ تعظیم و تکریم کے لوازمات اس کو میسر نہیں ہیں۔

بہرحال یہ بات تو روشن ہو گئی کہ مسجدوں کا وجود اس لئے عمل میں آیا کہ ان میں ذکر اللہ کی

گوشہ ہوا دماں میں پہنچ کر رب العزت کا دھیان تازہ ہو جائے، اور جس جگہ اتنا اہم کام ہو گا اسی نے اس کا وجود عمل میں آیا ہو اس کی اہمیت کتنی ہوگی یہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اخلاص وللہیت | پھر اللہ کی یاد ہو تو کس طرح ہو کہ ظاہر سے زیادہ باطن پر اثر انداز ہو، یاد الٰہی میں یہاں کسی کی ذرہ برابر آمیزش نہ ہونے پائے، اور دل اخلاص کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہو، یوں تو یاد خدا جہاں بھی ہو خالص ہی ہو لیکن خصوصیت سے اس جگہ اور بھی خلوص وللہیت کا جذبہ کار فرما ہونا چاہئے، کہ یہ دربار الٰہی ہے، اور محبوب حقیقی کا جلوہ آنکھوں کے سامنے ہے،

وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ — اور تم اپنا چہرہ ہر مسجد کے پاس سیدھا رکھا کرو اور
وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (اعراف ۳) — اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلص بن کر کیا کرو۔

مسجدوں کی بڑائی کے ذکر کا یہ بھی ایک پیرایہ ہے کہ وہاں پہنچ کر دل میل کچیل سے پاک کرو اور نیت کے کل پرزے اخلاص کے آب زمزم سے دھو ڈالو تاکہ کہیں سے شرک کی بو نہ آنے پائے کیونکہ یہ وہ دربار ہے جہاں خدا سے سرگوشی ہوتی ہے اور یہی وہ گھر ہے جس کو دنیا کی جنت سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہیں،

طہارت و نفاست | باطن میں جس عقیدہ نے جڑ پکڑ لی، ظاہر میں اس کے برگ و بار پیدا ہونے ضروری ہیں جس کی عزت ہم دل میں کریں گے یقینی طور پر عمل سے اس کو ظاہر بھی کرنے کی کوشش کریں گے یہی وجہ ہے کہ درجۂ کمال میں ایمان و اسلام ایک ہو جاتے ہیں، ایک طرف تصدیق بالجنان کا حکم ہے تو دوسری طرف عمل بالجوارح کا بھی مطالبہ موجود ہے، تو جب قرآن نے مساجد کے باطنی احترام کا حکم فرمایا، تو ساتھ ہی ظاہری احترام کو بھی نہ چھوڑا، ارشاد فرمایا

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ — اے آدم کے بیٹو! مسجد کی ہر حاضری کے وقت
كُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف ۳) — اپنا لباس زینت پہن لیا کرو۔

یعنی جب عرض و نیاز کے لئے، مناجات اور سرگوشی کے لئے دربار الٰہی میں آؤ تو صاف ستھرا لباس زیب تن کر لیا کرو، جو پاک و صاف اور شرعی حدود کے مطابق ہو تم احکم الحاکمین کے سامنے

اس کے دربار میں حاضری دے رہے ہو تو ظاہری آداب کا بھی پورا پورا لحاظ رکھو، تاکہ ظاہری طور پر بھی کسی کو بے ادبی کا شبہ نہ ہو سکے، یہ درست ہے کہ وہ پہلے دل کی گہرائی کو دیکھتا ہے مگر دل کی صفائی کا اثر جسم پر ہونا بھی ضروری ہے اس میں ذرّہ بھر شک نہیں کہ دل کی ویرانی کے ساتھ زیب و زینت ہوتی ہے وہ کسی درجہ میں مطلوب نہیں۔

لیکن موجودہ دور میں دین کی عدم محبت کی وجہ سے لباس میں جو بے پرواہی ہوتی ہے وہ بھی کسی درجہ میں پسندیدہ نہیں ہے، اس آیت سے مسجد کے لئے حسن ھیئت کا حکم بھی مستفاد ہوتا ہے جو مسجد کی بزرگی و احترام کا ایک دلنشین طریقہ ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز کے وقت ھیئت اچھی سے اچھی ہونی چاہئے[۱]

صاحب تفسیرات احمدی لکھتے ہیں

ومن السنة ان یاخذ الرجل	سنت ہے کہ نماز کے لئے اچھی سے اچھی ھیئت
احسن هیئة للصلوٰة وفیه	اختیار کرے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ نماز
دلیل علی وجوب ستر العورة	میں ستر عورت واجب ہے۔

فی الصلوٰة (ص۲۱)

بہر حال قرآن پاک نے مسجدوں کی تعظیم و تکریم کے دونوں پہلو بیان کئے ہیں اور ان کی قدر و منزلت کو ہر طرح ذہن نشین کرنا چاہا ہے

مسجد کا مخالف سب سے بڑا ظالم ہے | مسجدوں کی عظمتِ شان کا یہ بھی طریقہ ہے کہ جو ان کی مخالفت کرے وہ عنداللہ معتوب قرار پائے اور واقعہ ہے کہ جس کو خدا ظالم کہے اس سے بڑھ کر معتوب بندہ کون ہو سکتا ہے چنانچہ ایک آیت میں یہی بیان ہے کہ جو دربار الٰہی کی مخالفت کسی طرح بھی کرتے ہیں وہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں، کیونکہ ان کی عظمت کا حال تو یہ ہے کہ جب ان میں داخلہ ہو تو خشیت الٰہی اس پر چھائی ہوئی ہو،

---

[۱] ابن کثیر ج۲ ص۲۱۰

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بقرہ - ۱۴)

اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں ذکر اللہ کو بند کرادے اور اس کی ویرانی کی کوشش کرے، ان لوگوں کو تو کبھی بے باک ہو کر ان میں قدم بھی رکھنا نہ چاہئے، ان کی دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی ان کی سزا سخت ترین ہوگی

شانِ نزول میں اگرچہ یہ آیت خاص ہے مگر اپنے حکم میں عام ہے، اور تمام مسجدوں کا یہی حکم ہے، جو کوئی بھی مقاصدِ مساجد کی تکمیل میں مانع بنے گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو قصداً روکے گا موردِ عذاب ہوگا، اور عند اللہ وہ بڑا ظالم قرار پائے گا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ اپنے حال کے اعتبار سے کفر و شرک ہی ظلم عظیم ہے مگر اس لحاظ سے کہ تخریبِ مساجد کے خواہاں دوسروں کو ہدایت سے روکتے ہیں اور اسلام کے ایک بڑے شعار کو مٹاتے ہیں وہ اپنے اس فعل میں کفر و شرک سے بھی بڑھ کر برے کام کے مرتکب ہوتے ہیں، کیونکہ یہ دربارِ الٰہی روئے زمین پر اسلام کا ایک بڑا شعار ہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں مساجد کی اہمیت کا ایک اور طرزِ بیان اختیار فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ربِّ العزت ان مقدس گھروں کی حفاظت و نگرانی فرماتا ہے کوئی قوم جب حد سے تجاوز کرتی ہے اور معابد کے مٹانے کے درپے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے اور اس طرح اپنے معبدوں کی نگرانی کر کے اسے بچا لیتا ہے،

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (حج - ۶)

اگر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں میں ایک دوسرے کا ازالہ نہ کرتا رہتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نصاریٰ کے عبادت اور خلوت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا، ہر زمانہ میں اس وقت کی شریعت کے مطابق جو گھر بھی بنائے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کو دشمنوں کے دست برد سے بچایا اور ہمارا یہ دور جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا دور ہے اور یہ آخری شریعت ہے اس کے مطابق جو صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے گھر ہیں ان کی منجانب اللہ حفاظت ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی، بعض حفاظت ایسی ہوتی ہے جس کو ہم محسوس نہیں کر پاتے ہیں اور بعض کو ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔

تاریخ میں مسجد حرام پر ابرہہ بادشاہ کے حملہ کی داستان تازہ ہے اور اس کا جو حشر ہوا وہ قرآن پاک جیسی اَن مٹ کتاب میں مندرج، ارشاد ربانی ہے

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ (الم ترٰ)

یہ کس قدر کھلی حفاظت تھی، جو تاریخ میں اب تک تازہ ہے،

مسجد سے متعلق قرآن پاک کی یہ چند آیتیں جو مصرح ہیں پیش کر دی گئیں، ضمناً جو تذکرہ آیا ہے اسے یہاں نظر انداز کر دیا گیا ہے، ان میں بار بار غور کیجئے اور ہر پہلو سے ان میں فکر و نظر سے کام لیجئے۔

اب آیئے رحمت عالم صلعم کے چند ارشادات بھی ملاحظہ کر لیں تاکہ ان درباروں کی وقعت و حرمت کھل کر سامنے آجائے اور جو پہلو اجاگر نہ ہو سکا ہے اس پر ایک ہلکی روشنی پڑ جائے، کیا عجب ان سے وہ گرہیں کھل جائیں، جو اب تک نہ کھل سکی تھیں۔

مسجد اللہ کو پیاری ہے | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزت کے یہاں شہروں میں محبوب ترین مسجدیں ہیں اور مبغوض ترین بازار[1]،

مسجد میں آنے والے اللہ کے مہمان ہیں | ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان صبح شام مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی کا کھانا تیار کرتا ہے، جو جنت میں

[1] مسلم باب فضل المساجد ص۲۳۶ ج۱

صبح وشام مہمانی پیش کی جائے گی[1]، مسجدیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتی ہیں اور یہ مسلم ہے کہ عموماً میزبان مہمان کی دعوت کرتا ہے، تو بات سمجھنے کی ہے کہ نمازی گویا اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ یہاں کے بدلہ وہاں جنت میں مہمانی پیش کرے گا۔

نور کامل کی بشارت | ایک بار آپ نے ان لوگوں کو جو تاریکی میں بھی مسجد حاضر ہوتے ہیں نور کامل کی بشارت سنائی۔

بشر المشائین فی الظلم الی المساجد	تاریکی میں مسجد جانے والوں کو نور کامل کی بشارت
بالنور التام یوم القیامۃ رواہ	دو جو قیامت کے دن حاصل ہوگا۔

الترمذی (مشکوٰۃ باب المساجد)

مسجد کی حاضری رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے | ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس دن پناہ دے گا جس دن اس سایہ کے سوا کوئی اور سایہ ہی نہ ہوگا، ان سات میں ایک وہ شخص ہوگا کہ وہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دھیان اسی طرف لگا رہتا ہے[2]، ایک حدیث ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہے[3] رب العزت اسے نقصان، خسران وغیرہ سے محفوظ رکھتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص کو دیکھو کہ مسجد سے محبت کرتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے، اس کے مومن ہونے کی شہادت دو[4]،

حدیث میں "تعاھد" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مسجد کی نگہداشت و خبر گیری کرنا، اس کی محافظت و مرمت کرنا، جھاڑو دینا، نماز پڑھنا، عبادت میں مشغول رہنا، ذکر کرنا، علوم دینی کا درس دینا۔ ان تمام معنی کو یہ لفظ شامل ہے[5]۔

مجاہد فی سبیل اللہ | ایک دفعہ آپ نے مسجد جانے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ رحمت الٰہی میں غوطہ لگانے والے ہیں ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں[6]۔

---

[1] مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ عن البخاری والمسلم [2] ایضاً [3] ایضاً عن ابی داؤد [4] ایضاً عن ابن ماجہ وغیرہ
[5] مجمع فتاویٰ لکھنوی ص۲۱ ج ۳ [6] کنز العمال ص۱۱۹ ۳۸

مساجد اللہ کے گھر ہیں | مسجدوں کی عظمت کو مختلف پیرایوں میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ان کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے تعبیر کیا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

المساجد بیوت اللہ وقد ضمن اللہ	مسجدیں خانۂ خدا ہیں، اور یہ جن کا گھر ہے اللہ تعالیٰ
لمن کانت المساجد بیتہ بالروح	نے اس کے لئے مہربانی، آرام اور پل صراط سے
والراحۃ والجواز علی الصراط	گذار کر جنت میں پہنچانے کی ضمانت لی ہے۔

الی الجنۃ (کنز العمال ج ۴ ص ۲۱۱)

یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گھر اور چہار دیواری میں سکونت کا محتاج ہے، ان تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے مطلب یہ ہے کہ ان گھروں پر اس کا خاص فیضانِ رحمت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں مسجدوں کو آخرت کا بازار کہا گیا ہے۔

مساجد جنت کے باغ ہیں | ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دلنشین طریقہ سے فرمایا۔ تم جب جنت کے باغوں سے گذرو تو آسودہ ہو کر کھا پی لو، صحابۂ کرامؓ نے دریافت کیا، کہ جنت کے باغات کون؟ ارشاد ہوا "مساجد" پھر پوچھا گیا آسودہ ہو کر وہاں کھانا کیوں کر؟ ارشاد فرمایا، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد۔

مساجد دنیا کی بہترین جگہ | دربارِ رسالت میں ایک یہودی پہنچا اور اس نے پوچھا کہ دنیا میں سب سے بہتر جگہ کون سی ہے؟ رحمت عالم صلعم نے یہ سن کر سکوت فرمالیا اور کہا مرا یہ سکوت روح الامین کی آمد تک ہے، آپ ابھی اسی حال میں تھے کہ حضرت جبریل امین تشریف لے آئے، حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ سوال ان پر پیش کر دیا، جبریل امین فرمانے لگے مرا علم اس سلسلہ میں آپ سے زیادہ نہیں ہے ہاں پروردگار عالم سے معلوم کر کے بتا سکتا ہوں، پھر تھوڑی دیر میں حضرت جبریل آ کر کہنے لگے اے اللہ کے پیارے رسولؐ! میں دربار ایزدی میں حاضر ہوا، اور اس قدر قریب ہوا جتنی قربت کبھی نہ ہوئی تھی آپ نے پوچھا وہ نزدیکی کیسی تھی، روح الامین نے جواب دیا، مرے اور رب العزت

لہ مشکوٰۃ باب المساجد عن الترمذی

کے درمیان ستر ہزار نوری پردے حائل تھے، پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سوال کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی بدترین جگہ بازار ہیں اور اس کی بہترین جگہ مساجد۔[1]

مسجد کی برکت: حضرت معاذ بن جبلؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک دن خلاف معمول صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی، معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب نکل آئے گا، اتنے میں آنحضرت صلعم تشریف لائے، اقامت کہی گئی اور آپ نے نماز پڑھائی اور بہت ہلکی نماز پڑھائی، سلام پھیرتے ہی آواز دی، تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ، راوی کا بیان ہے کہ پھر آنحضرت صلعم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تاخیر کی وجہ بیان کرتا ہوں، بات یہ ہوئی کہ میں رات میں نیند سے بیدار ہوا، جو کچھ نماز میرے لئے مقدر تھی وضو کرکے ادا کی، پھر حالت نماز ہی میں غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی اور بوجھل سا ہوگیا کہ مقا اپنے کو پروردگار عالم کے پاس پایا، جو اپنی احسن صفت کے ساتھ جلوہ گر تھے، ارشاد باری ہوا اے محمد! میں نے کہا لبیک رب۔ حکم ہوا: بتاؤ ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس باب میں جھگڑ رہے ہیں اس سوال کو تین بار فرمایا میں نے ہر بار یہی کہا "لا ادری" (میں نہیں جانتا) آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت مجھ پر ڈالا۔ تاآنکہ اس کا نمایاں اثر میں نے محسوس کیا، اس کے بعد ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی، اور میں نے ان کو خوب اچھی طرح جان لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! آپ کہتے ہیں کہ میں نے لبیک کہا، حکم ہوا ملأ اعلیٰ کس بات میں الجھ رہے ہیں۔ اب میں نے کہا "کفارات" میں (یعنی گناہوں کا کفارہ کون عمل بنتا ہے) ارشاد باری ہوا، وہ کیا ہیں؟ میں نے جواب میں کہا

(۱) کھانا کھلانا (مسکینوں محتاجوں کو)

(۲) نرمی سے بات چیت کرنا (زیردستوں اور ٹوٹے ہوئے دل والوں سے)

(۳) اور نماز پڑھنا رات میں، جب لوگ خواب استراحت کے مزے لوٹ رہے ہوں، پھر آپ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مانگو جو چاہتے ہو، آپ فرماتے ہیں، کہ میں نے اس وقت یہ دعا مانگی۔

---

[1] مشکوٰۃ باب المساجد عن ابن حبان

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَاِذَا اَرَدْتَ فِتْنَةً فَتَوَفَّنِیْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِیْ اِلٰى حُبِّكَ"

اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ سبق ہے پس اسے یاد کرلو اور پڑھو[۱]

مساجد شعار اسلام ہیں | مسجد شعار اسلام سے ہے، حدیث میں ہے کہ تم جب کوئی مسجد دیکھ لو، یا اذان سن لو تو پھر قتال نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ مسجد محل صلوٰۃ اور مرکز عبادت ہے جہاں رحمت الٰہی کا چشمہ ترشح ہوتا رہتا ہے اور یہ مسجد اسی وجہ سے کعبہ کے مشابہ ہوجاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو پاک صاف ہو کر گھر سے فرض نماز کے لئے نکلتا ہے اس کا اجر محرم حاجی کے برابر ہے[۲]

نیت کی پاکی | حضرت ابوہریرہ رضی کا بیان ہے کہ میں نے رحمت عالم صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو میری اس مسجد میں کسی پاک اور اچھی نیت سے آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کی مانند ہے، اور جو کسی اور نیت سے آتا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے، جو دوسرے کی متاع للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہو[۳]، ایک دفعہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسجد میں جس ارادہ سے آتا ہے وہی اس کے حصہ میں آتا ہے[۴]

صاحب اشعۃ اللمعات نے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات" والی پہلی حدیث کے ضمن میں مثال دے کر بتایا ہے کہ مسجد میں کتنی مختلف نیتوں سے آدمی آسکتا ہے اور پھر ہر ایک کا اجر بتایا ہے اور اور تمام نیتوں کا اجر حدیث ہی سے ثابت کیا ہے تفصیل دیکھنا ہو تو وہاں ملاحظہ فرمائیے،

قرآن اور احادیث میں مسجدوں کے متعلق جو کچھ آیا ہے امید ہے اس کا خلاصہ اس مختصر مضمون میں آگیا ہے، دانا و بینا اور عقل والوں کے لئے اس میں بڑی وسعت ہے،

یہ جو کچھ لکھا گیا وہ یکسر مساجد کے متعلق، مگر مسجد کی عظمت ایک اور طریقہ سے بھی سمجھنے

---

[۱] مشکوٰۃ باب المساجد عن الترمذی واحمد [۲] حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص۱۹۲ [۳] مشکوٰۃ باب المساجد [۴] الجزء الکل باب فضل القعود فی المسجد

کی کوشش فرمائیے کہ یہ عظیم الشان دربار، دینی اور دنیوی اعتبار سے کتنا بلند ہے

مسجد کی قربت | اس گھر کی بڑائی کا یہ حال ہے کہ اس کا فیض و کرم پڑوس کو بھی نہیں محروم کرتا، رحمت کی چھینٹیں اڑ کر ان پر بھی پڑتی رہتی ہیں، جس سے ان کا درجہ بھی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے ارشاد نبوی ہے۔

فضل الدار القریبۃ من المسجد	مسجد سے جو گھر قریب ہیں اس کی فضیلت
علی الشاسعۃ کفضل الغازی	دور والے گھر پر ایسی ہے جیسی غازی کو گھر
علی القاعد (کنز العمال ص۱۲۰ ج ۴)	میں بیٹھنے والے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے

دیکھا آپ نے، کہ پڑوس کا مرتبہ بھی کتنا اونچا ہو گیا، یہ قریب اور آس پاس کے مکانات اپنے دوسرے مکانات سے سبقت لے گئے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جہاں رحمت الٰہی کی بارش ہوتی ہے، جو جلوہ گاہ خدا ہے اور جس کو دنیا کی جنت کہا گیا ہے۔ یقیناً اس کا پڑوس بھی اس سے کچھ نہ کچھ نفع اندوز ہوگا ہی۔

تسکین خاطر | مگر اس کے ساتھ قدرت کا یہ انصاف بھی ہے کہ جو دور رہتے ہیں ان کو بھی محروم نہیں کیا ہے بلکہ ان کو بھی کسی نہ کسی طرح یہ حصہ عطا کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ان اعظم الناس اجراً فی الصلوٰۃ	زیادہ اجر ان کے لئے ہے جو دور دور سے چل کر آتے
ابعدھم الیھا ممشی فابعدھم	ہیں اور جو مسجد آکر جماعت سے نماز پڑھتے ہیں وہ
والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیھا	تنہا نماز پڑھ کر سونے والے سے بہتر ہیں۔
مع الامام اعظم اجراً من الذی	
یصلیھا ثم ینام	

(مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد و فضل المشی الیہا ص۲۳۵)

اس حدیث میں ان کے لئے تسلی و تسکین کا مواد فراہم کیا گیا ہے جو مسجد سے دور بستے اور رہتے سہتے ہیں، اور پڑوس کی محرومی کا تدارک اس ثواب عظیم سے کیا گیا ہے جو دور سے چل

کر آنے میں ہوتا ہے، اور اس چلنے کے ثواب کی کثرت کا یہ حال ہے کہ کوئی قدم ثواب سے خالی نہیں ہے۔

مسجد میں آنے کا ثواب | حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ ہمارا گھر مسجد سے دوری پر تھا، ایک موقع سے میں نے ارادہ کر لیا کہ اپنا گھر بیچ ڈالوں اور چل کر مسجد نبوی کے پڑوس میں (جس حد تک ممکن ہو) بسوں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس ارادہ سے روک دیا اور فرمایا

ان لکم بکل خطوۃ درجۃ — بے شک تمہارے لئے ہر قدم پر ایک درجہ ہے

(مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد ج ۱ ص ۲۳۵)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کے پڑوس میں کچھ جگہ خالی ہوئی، قبیلہ بنو سلمہ جو مسجد سے دوری پر آباد تھا اس کا ارادہ ہوا کہ پڑوس میں آکر آباد ہو، اور پہلی جگہ چھوڑ دے یہ خبر جب آنحضرت صلعم کو ہوئی تو آپ نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا، انھوں نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے جب ان کا یہ ارادہ ملاحظہ فرمایا تو ان سے کہا

یا بنی سلمۃ دیارکم تکتب آثارکم — اے بنی سلمہ! اپنے مکانوں کو لازم پکڑو، تمہارے نشان قدم لکھے جائیں گے، اپنے مکانوں کو لازم پکڑو۔ تمہارے نشان قدم لکھے جائیں گے۔

(مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد و فضل المشی الیہا ج ۱ ص ۲۳۵)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان کو ترغیب دی کہ جہاں تھے وہیں رہیں دوری سے نہ گھبرائیں یہ دوری بھی باعث ثواب بنتی ہے یعنی وہاں سے چل کر جب مسجد آنا ہوتا ہے تو چلنا زیادہ پڑتا ہے اور اسی اعتبار سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ یہاں ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے، پھر یہ بھی ایک پر لطف بات ہے کہ آدمی جب گھر سے باوضو مسجد کے لئے نکلتا ہے تو گویا وہ نمازہی میں ہوتا ہے اس طرح اجر میں کچھ اور اضافہ کی توقع ہے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا

الابعد فالابعد من المسجد — مسجد سے جو جس قدر دور ہوتا اور وہ آتا ہے اس

اعظم اجر کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے

(ابو داؤد باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ)

حضرت اُبَیّ بن کعبؓ ایک انصاری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ یہ صاحب میرے علم میں مسجد سے (نمازیوں میں) سب سے دور رہتے تھے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ ہر وقت بہ پابندی مسجد حاضر ہوتے تھے، کبھی بھی ان کی جماعت نہیں چھوٹتی تھی ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ کاش آپ سواری کے لئے ایک گدھا خرید لیتے، تاکہ آپ کو رات کی تاریکی اور تپتے دن میں مسجد آنے میں آرام رہتا، انھوں نے یہ سن کر فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں مسجد کے بغل ہوتا اور چلنے کی مشقت سے بچتا، بلکہ میری تو خواہش یہ ہے کہ آنے جانے میں جو قدم اٹھیں ان تمام کے نشان قدم میرے نامۂ اعمال میں لکھ دئے جائیں آنے کے بھی اور واپسی کے بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا آمد و رفت دونوں کے ثواب اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کئے[1]۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلعم نے ارشاد فرمایا کوئی جب پاک و صاف ہو کر وضو کر کے مسجد کے لئے چلتا ہے کہ فریضہ ادا کرے تو ایسے شخص کا ایک قدم گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرا درجہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے[2]۔

سفر کی واپسی میں مسجد کی حاضری | مساجد کی ایک عظمتِ شان یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے جب واپس ہوتے تو سب سے پہلے مسجد ہی میں تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں سے مل جل کر گھر تشریف لے جاتے آپ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا واپسی سفر میں یہی دستور ہو گیا تھا کہ مسجد میں اترتے نماز ادا کرتے، پھر منزلِ مقصود کی طرف چلتے اب بھی مسلمانوں کے لئے یہی طریقہ مسنون ہے[3]۔

اعتکاف جو ایک سنت طریقہ ہے اور بیش قیمت فوائد پر مشتمل ہے اس کے لئے بھی مسجد کی ضرورت

---

[1] مسلم باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی جماعۃ الخ ج ۱ ص ۲۳۵ [2] ایضاً [3] مسلم باب استحباب رکعتین فی المسجد لمن قدم سفر ج ۱ ص ۲۴۸